مقالات

کتب سماوی پر ایک نظر

(۱۳)

توریت و انجیل پر اسلامی رائے

از جناب ذوقی شاہ صاحب

فطرت انسانی کی ایک کمزوری جہاں فطرت انسانی میں اور کمزوریاں واقع ہوئی ہیں وہاں ایک قابل افسوس کمزوری یہ بھی ہے کہ وہ ہر چیز کے غلبۂ ظاہری سے بلا امتیاز حق و باطل مرعوب و مغلوب ہو جاتی ہے۔ مسلمانوں کو اس کمزوری پر غالب ہونا چاہیے۔ باطل کے ظاہری اور عارضی غلبہ سے کسی مسلمان کا مرعوب ہو جانا ضعف ایمانی کی دلیل ہے مثلاً آج کل دہریت اور الحاد کا زور ہے اور ناتمام ناقص اور غیر مکمل سائنس کی عام طور پر لوگوں کے دل و دماغ پر حکومت ہے۔ اس دہریت اور سائنس سے متاثر ہو کر بعض ضعیف الایمان مسلمانوں نے یہ روش اختیار کر رکھی ہے کہ وہ قرآن اور حدیث کی ہر بات کو تاویل باطل کے ذریعہ سے موجودہ سائنس کے مطابق ظاہر کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح اب سے تقریباً پچاس سال قبل ہندوستان میں پادری مبلغین کی مسیحیت کا زور و شور ہوا تھا اور اس زمانے کے بعض جدت پسند اور ہر نئی چیز سے جلد متاثر ہو جانے والے اور حکمران قوم کی ہر ادا پر فریفتہ ہونے والے اور مٹ جانے والے مسلمانوں نے توریت و انجیل کا مطالعہ اور ان پر تفسیریں لکھنا اور کتابیں شائع کرنا شروع کر دیا تھا۔ ان میں

سے بعض لوگ تو علانیہ عیسائی بن کر اور پادریوں کے زمرہ میں داخل ہو کر تبلیغ عیسویت میں ان کے مدد و معاون بن گئے تھے۔ اور ان میں سے بعض مسلمانوں کو یہ خبط پیدا ہو گیا تھا کہ انھوں نے مسلمانوں میں اس نوع کے خیالات کی اشاعت شروع کر دی تھی کہ مسلمانوں کے لیے موجودہ توریت و انجیل بلا واسطۂ قرآن واجب العمل ہیں اور ان کتب میں اور قرآن مجید میں بلحاظ عمل و تمسک کوئی فرق نہیں ہے۔

ان کا مقولہ تھا کہ :-

"مسلمان ان کتابوں کو ویسا ہی پڑھیں جیسا کہ قرآن مجید کو پڑھتے ہیں اور ان واقعات و حوادث میں جو ان کو روزمرہ پیش آتے ہیں! ان کتابوں سے فتوٰی لیں اور اخذ احکام کریں جیسے کہ قرآن سے اخذ احکام کرتے ہیں۔ خصوصاً ان مسائل میں جو قرآن میں نہیں ہیں اور ان کتابوں میں موجود ہیں۔"

ان میں سے بعض حضرات قرآن پر یہ مہربانی کرتے تھے کہ ان کتابوں کے رتبہ کو قرآن کے رتبے سے کمتر مگر حدیث کے رتبہ سے بڑھکر یا اس کے برابر خیال کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ :-

"جو حکم قرآن سے نہ ملے وہ اِن کتابوں سے اخذ کیا جائے اور ان کتابوں میں نہ ملے تب کتب حدیث سے لیا جائے۔ اور کم سے کم یہ ہو کہ ان کتب کو کتب حدیث کے برابر سمجھا جائے۔"

اگرچہ دہریت کے سیلاب نے اب اس عیسویت کو بھی بہا دیا اور اس عیسویت پسندی کا بھی نام و نشان باقی نہ رکھا تاہم ضرورت ہے کہ عام مسلمانوں کے فائدہ کی غرض سے عمل بالتوراۃ والانجیل پر مستند عا مسلک یہاں بالصراحت بیان کر دیا جائے۔

عمل بالتوراۃ والانجیل | زمانہ نبوت سے لیکر اس وقت تک موجودہ توریت و انجیل وغیرہ کی نسبت اہل اسلام کا یہ اعتقاد متواتر و متوارث چلا آرہا ہے کہ ان کتابوں کے جو احکام منجانب اللہ ہیں اور منسوخ نہیں ہوئے یا سابق امتوں کے ساتھ مخصوص نہیں، وہ امت محمدیہ کے لیے واجب العمل ہیں۔ مگر ان احکام پر مسلمانوں کا

عمل قرآن پر عمل کے ضمن میں پایا جاتا ہے کیونکہ قرآن مجید تمام کتب سابقہ کے واجب العمل احکام کا جامع ہے اور جملہ کتب منزل من اللہ اصلاً اس میں شامل ہیں۔ حقیقتاً قرآن کی تعمیل کتب ماقبل کے احکام واجب التعمیل کی بھی تعمیل ہے۔ حدیث صحیح بھی قرآن کے حکم کے تحت میں ہے گو اس میں قطعیت و ظنیت کا فرق ہے اس لیے جو حکم احادیث صحیح میں وارد ہے اس کو بھی مسلمان حکم قرآنی سمجھتے ہیں اور قرآن کی طرح واجب العمل جانتے ہیں اس بنا پر شرائع سابقہ کے جو احکام احادیث میں منقول ہیں ان کی تعمیل بھی گویا قرآن ہی کی تعمیل ہے۔

مگر یہ اعتقاد متقدمین و متاخرین میں سے کسی محقق سے منقول نہیں کہ موجودہ توریت و انجیل سے اخذ احکام بلا واسطۂ قرآن واجب ہے اور قرآن کی طرح ان کتابوں سے تمسک کرنا مسلمانوں کا فرض ہے نہ عمل ان سے مروی ہے کہ ان کتابوں پر بلا واسطۂ قرآن انہوں نے اعتماد کیا ہو اور واقعات روز مرہ میں ان کتابوں سے فتویٰ لیا ہو۔

احکام کتب سابقہ تین اقسام پر تقسیم کیے جا سکتے ہیں۔

(۱) وہ احکام جو قرآن و حدیث کے مطابق ہیں۔ ان کی تعمیل قرآن کی تعمیل ہے۔

(۲) وہ احکام جو قرآن و حدیث کے خلاف ہیں ان کی تعمیل کا نہ کرنا ہی مسلمانوں پر لازم ہے اس قسم کے احکام یا تو وہ ہیں جو درحقیقت کتب قدیمہ میں تھے مگر اب شریعت محمدی نے انہیں منسوخ کر دیا یا وہ ہیں جو اہل کتاب کی طرف سے اُن کتابوں میں بڑھا گھٹا دیے گئے ہیں اور تحریف و الحاق کے تحت میں آتے ہیں۔

(۳) وہ احکام یا وہ امور جن کی بابت قرآن و حدیث میں نہ کوئی تائید و موافقت پائی جاتی ہے نہ تردید و مخالفت۔ ان کی بابت مسلمانوں کو رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ حکم ہے کہ "مسلمانو! تم اہل کتاب کی تصدیق کرو نہ تکذیب کرو اور یہ کہو کہ ہم اس چیز پر ایمان لائے

جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوی ہے۔ یعنی جن امور پر قرآن وحدیث ساکت ہیں ان پر یہ شرطی اور اجمالی اعتقاد مسلمانوں کے لیے کافی ہے کہ اگر وہ بات منجانب اللہ ہے تو ہم نے اسے مانا اور تسلیم کیا۔

قسم اول یعنی احکام واجب التعمیل کے متعلق علماء نے بہت کچھ بحث کی ہے۔

صحیح بخاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل منقول ہے کہ آپ نے داؤد علیہ السلام کی موافقت میں سجدہ کیا۔

سنن نسائی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول منقول ہے کہ حضرت داؤد نے توبۃً سجدہ کیا تھا۔ اور ہم اُس کے شکریہ میں سجدہ کرتے ہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ اُن سے کسی نے پوچھا کہ آیا سورہ صٓ میں سجدہ ہے؟ آپ نے فرمایا بے شک اس میں سجدہ ہے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کرتے دیکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے نبیوں کے فعل کی پیروی پر مامور تھے۔

ان ہی افعال و اقوال سے علماء نے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ جو فعل یا حکم انبیاء سابقین سے قرآن میں منقول ہو اور کوئی حکم اس کا مخالف یعنی ناسخ ہماری شریعت میں وارد نہ ہو وہ حکم اہل اسلام کے لیے لائق دستاویز ہے۔

تفسیر کبیر میں امام رازی نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے تحت میں کہ "جن لوگوں کی ہم نے ہدایت کی ہے ان کی پیروی کرو"۔ تحریر فرمایا ہے کہ :-

> "ہدایت یافتہ لوگوں سے انبیاء مراد ہیں اور ان کی پیروی کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہوا ہے۔ جن امور میں پیروی کا یہ حکم وارد ہوا ہے ان کی تعیین میں علماء کے درمیان اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ان سے وہ امور مراد ہیں جن میں سب انبیاء کا اتفاق ہے مثلاً توحید الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال کی

نامناسب اعتقاد سے پاک رکھنا وغیرہ۔ بعض کا قول یہ ہے کہ ان امور سے اخلاقِ حمیدہ اور صفات رفیعہ وکاملہ میں پیروی مراد ہے جیسے کہ سفہاء کی ایذا پر صبر اور ان کے ساتھ عفو۔ بعض کا یہ قول ہے کہ اس سے ان کے جملہ احکام شریعت مراد ہیں بجز اُن احکام کے جن کو مستثنیٰ و مخصوص کر دیا گیا ہو۔ اس قول کی رو سے یہی شریعتیں ہمارے لیے واجب العمل ٹھیرتی ہیں۔"

مگر امام قرطبی اور دیگر علماء نے مندرجہ بالا تیسرے قول کی تفصیل میں اس نہایت ضروری شرط پر زور دیا ہے کہ شریعت سابقین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے معلوم ہوئی ہو اور وہ امت سابقہ کے ساتھ مخصوص یا بعد میں منسوخ نہ ہوئی ہو کتب سابقہ میں تحریف و تبدیل کے وقوع یقینی نے اس شرط کو بہت ضروری بنا دیا ہے۔

بعض علماء کا یہ قول ہے کہ ہمارے لیے ان شریعتوں کی پیروی واجب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا (ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک ایک شریعت بنا دی ہے) اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ پہلی شریعتیں خاص خاص اوقات و مقامات کے لیے مخصوص رہی ہیں اور ان اقوال خداوندی میں جن سے پیروی کا لزوم ثابت کیا جاتا ہے مثلاً فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ اور مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ اصول اعتقادی مراد ہیں نہ فروع عملی۔

بعض علماء کا یہ قول ہے کہ وہ شریعتیں ہمارے لیے واجب العمل ہیں مگر نہ اس اعتقاد سے کہ وہ پہلوں کی شریعتیں ہیں بلکہ اس اعتقاد سے کہ وہ اب ہمارے لیے شریعت بن گئی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا یعنی پھر ہم نے کتاب کا وارث اُن لوگوں کو بنایا جن کو ہم نے چن لیا (یعنی مسلمان بنا لیا) اور ظاہر ہے کہ جو چیز کسی کی میراث میں آتی ہے وہ اسی کی ملک ہو جاتی ہے۔ مورث سے اس کا کوئی تعلق نہیں رہتا۔ لہٰذا ہم ان شریعتوں پر اس اعتقاد سے عمل کریں گے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی شریعت ہے۔ اس کی مزید

تائید میں وہ اس قول نبوی کو بھی پیش کرتے ہیں کہ "اگر اس وقت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ بھی میری ہی پیروی کرتے" علماء کا یہ گروہ پہلی شریعتوں کو جو اپنی شریعت قرار دیتا ہے تو وہ صرف اصول دینی ہی کو نہیں لیتا بلکہ پوری شریعتوں کو لیتا ہے جن میں فروع بھی شامل ہیں۔ ان میں سے جو احکام منسوخ ہو چکے ہیں اُن کی بابت یہ گروہ کہتا ہے کہ اس سے شریعت بدل نہیں گئی بلکہ ان احکام کی تعمیل کی مدت معینہ ختم ہو چکی۔

اس نوع کے اختلافات محض لفظی ہیں۔ بات ایک ہی ہے۔ صرف انداز بیان میں فرق ہے پرانی شریعتوں کو خواہ اپنا قرار دیا جائے یا انبیاء قدیم کا، مسلمانوں کے لیے واجب التعمیل وہ اُسی صورت میں ہو سکتی ہیں جبکہ وہ قرآن و حدیث کی وساطت سے پہنچیں یا قرآن و حدیث کے مطابق ہوں۔ موجودہ توریت و انجیل سے براہ راست تمسک کا نہ سلف میں کوئی قائل ہے نہ خلف میں امام رازی کے قول کو بھی مزید اطمینان کے لیے ملاحظہ فرمائیے جو انہوں نے اپنی کتاب المحصل میں اپنے اس دعوے کی تائید میں بیان کیا ہے کہ :- "پہلی کتابوں کا اتباع ہم پر واجب نہیں":-

"دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان شریعتوں کی (یعنی جو ان کتابوں میں پائی جاتی ہیں) پیروی کرتے تو ہر زمانے کے علماء پر یہ امر واجب قرار پاتا کہ وہ اپنے واقعات و حوادث پیش آمدہ میں ان کتابوں کی طرف مراجعت کریں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے فعل کی پیروی اُن پر واجب ہے اور جب انہوں نے یقیناً ایسا نہیں کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بھی وقوع میں نہیں آیا۔ اس سے ان کتابوں کا واجب العمل ہونا باطل ہوا۔

تیسری دلیل۔ اگر وہ کتابیں ہمارے لیے لائق دستاویز ہوتیں تو ان کتابوں کو یاد کرنا

ہمارے لیے فرض کفایہ ہوتا جیسا کہ قرآن وحدیث کا یاد کرنا فرض کفایہ ہے اور علماء باہمی اختلاف کے مواقع پر ان کتابوں کی طرف رجوع کرتے جبکہ ان کو بعض مسائل میں اشتباہ ہوا تھا۔ مثلاً فرائض کا مسئلہ عول اور جدّہ وزن مفوضہ (یعنی وہ عورت جس کا مہر بوقت نکاح مقرر نہ ہوا اور اس کے شوہر نے قبل ہم بستری وفات پائی) کی میراث اور ام ولد کی بیع اور شراب وزنا کی حد اور مخنث کی دیت اور زرخرید کنیز عیب دار کا ہم بستری کے بعد واپس کرنا اور مباشرت بلا انزال سے غسل کا واجب ہونا وغیر ذالک۔ اور یہ امر کسی ایک سے بھی منقول نہیں کہ انہوں نے اپنی تمام عمر میں باوجود کثرت واقعات اور باہمی اختلافات کے توریت کی طرف رجوع کیا ہو خاص کر اس حالت میں جب کہ یہودیوں کے علماء مسلمان ہو گئے تھے جیسے عبداللہ بن سلام اور کعب احبار اور وہب بن منبہ (جن کے اقوال توریت کے متعلق مستند سمجھے جاتے تھے) ان کے ذریعہ سے یہ رجوع آسان تھا۔ مگر ایسا نہ کیا اور مسائل میں انہوں نے اپنے ہی قیاس کی طرف رجوع کیا۔ یہ بات کتاب اللہ سے مایوسی کے بعد جائز ہوتی ہے اور مایوسی کتاب اللہ کو سیکھنے سے پہلے ہو نہیں سکتی جب انہوں نے نہ ان کتابوں کو سیکھا نہ ان کے احکام دریافت کیے تو معلوم ہوا کہ انہوں نے ان کتابوں کو قابل تمسک نہ سمجھا۔

چوتھی دلیل آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ کے اس قول کو کہ "میں کتاب اللہ اور سنت میں کوئی حکم نہ پاؤں گا تو اپنے اجتہاد سے فتویٰ دونگا" پسند کیا اگر ان کو توریت کی پیروی کا حکم ہوتا تو ان کا اپنے اجتہاد پر عمل کرنا جائز نہ ہوتا تاوقتیکہ توریت وانجیل کو وہ دیکھ نہ لیتے۔ اس دلیل پر اگر یہ اعتراض ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے معاذ کو اسی صورت میں اجتہاد کی اجازت دی جبکہ کتاب اللہ میں انہیں کوئی حکم نہ ملے اور توریت بھی تو کتاب اللہ ہے۔ یا یہ اعتراض ہو کہ توریت کا صاف نام انہوں نے اس لیے نہیں لیا کہ توریت کی طرف رجوع کرنے کا حکم قرآن میں آچکا ہے۔ لہٰذا قرآن کی طرف رجوع کرنا خود توریت کی طرف رجوع دلاتا ہے۔ تو پہلے اعتراض کا ایک جواب تو یہ ہے کہ (مسلمانوں میں) جب لفظ کتاب اللہ بے قید بولا جاتا ہے تو اس سے قرآن مراد ہوتا ہے۔ لہٰذا اس سے توریت و انجیل بلا دلیل مراد نہیں ہو سکتیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت معاذ بن جبل سے کہیں ثابت نہیں ہوا کہ انہوں نے توریت و انجیل کو سیکھا یا ان کے محرف و غیر محرف احکام میں تمیز کی ہو۔ جیسا کہ قرآن کا پڑھنا اور سیکھنا ان سے بخوبی ثابت ہے۔ دوسرے اعتراض کا جواب بھی ادا ہو گیا کہ موجودہ توریت و انجیل کی طرف ہر بات میں رجوع کرنے کا قرآن میں حکم ہوتا تو حضرت معاذ ان کتابوں کو پڑھتے اور سیکھتے اور ان کی طرف کبھی تو رجوع کرتے۔"

اس بارہ میں جن لوگوں نے غلطی کھائی ہے انھوں نے غالباً ان آیات قرآنی اور احادیث نبوی کے سمجھنے میں غلطی کی ہے جن میں بطور اجمال ان کتابوں کو نور و ہدایت کہا گیا ہے اور بعض مواقع خاص میں ان کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن حق بات یہ ہے کہ ان آیات و احادیث میں توریت و انجیل کی ہر بات کو ہدایت و نور نہیں کہا گیا۔ اور نہ ہر موقع و محل میں ان کتابوں کی طرف رجوع کرنے کا خدا اور رسول نے حکم دیا ہے۔ بلکہ ان کو بالاجمال ہدایت کہنے سے انہیں باتوں کا ہدایت ہونا مقصود ہے جن کا منجانب اللہ محفوظ و واجب العمل ہونا بشہادت قرآن و حدیث ثابت ہے اور انہیں مواقع خاص میں ان کتابوں کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے جن میں اہل کتاب کے تصرف و دخل نہیں ہونے پایا۔ کوئی مسلمان اس بات کو نہیں مان سکتا کہ موجودہ توریت و انجیل میں جو کچھ لکھا ہے

سب سچ ہے۔ مثلاً کوئی مسلمان اس بات کے ماننے کے لئے تیار نہیں کہ لوط علیہ السلام نے اپنی بیٹیوں کے ساتھ اور داؤد علیہ السلام نے اوریا کی جورو کے ساتھ (نعوذ باللہ) زنا کیا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام (معاذ اللہ) خدا کے بیٹے یا خود خدا یا تین خداؤں کی کمیٹی کے ممبر تھے اور باوجود اس کے گنہگاروں کے بدلے معذب ہوئے۔ اللہ و رسول اس سے بری ہیں کہ مسلمانوں کو ان لغو اور بے ہودہ باتوں پر ایمان لانے کا حکم دیں۔ بلکہ اللہ و رسول نے ان کتابوں کی بہت سی باتوں کو رد کر دیا ہے اور اُنکو کفر و ضلالت قرار دیا ہے مزید تفصیل و تشریح میں طوالت ہے اس لیے مندرجہ بالا اجمال ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

خلاصہ ان مضامین سے یہ بات پوری طرح واضح ہوگئی ہوگی کہ مسلمانوں نے جتنا احترام انبیاء سابقین اور کتب منزل من اللہ کا کیا ہے اُتنا خود ان لوگوں سے بھی نہ ہو سکا جو ان انبیاء کی امت میں اپنے کو شامل کرتے ہیں۔

محققین اہل کتاب نے جو کچھ اپنی تحقیقات سے ان کتابوں کی بابت لکھا ہے اس کی ایک مختصر سی جھلک مضامین سابقہ میں دکھلائی گئی ہے۔ اس سے ہر صحیح الدماغ شخص ان ہی نتائج پر آسکتا ہے کہ ان محققین کی تحقیقات کے بموجب :۔

(۱) موجودہ توریت و انجیل از اول تا بہ آخر بالکل قابل اعتبار نہیں۔

(۲) ان کے مصنفین و مؤلفین کا کچھ ٹھیک نہیں اور زمانہ تصنیف و تالیف کا بھی کوئی صحیح تعین نہیں۔

(۳) ان مصنفین و مؤلفین کی اصلی عبارتیں بھی محفوظ نہیں رہیں۔

(۴) ان کتابوں پر اغیار کے کئی حملے ہوتے رہے ہیں اور "احباب" کے بھی جن کی وجہ سے اصلی اور ابتدائی نسخے مفقود ہو چکے ہیں اور اب جو قدیم نقلیں پائی جاتی ہیں (ان کے چھٹی یا ساتویں صدی عیسوی سے قدیم تر ہونے پر عیسائی بھی متفق نہیں۔ پھر یہ نسخے بھی باہم مختلف

ہیں اور اختلافات کی تعداد بقول اہل کتاب ہی کے لاکھوں تک پہنچی ہے۔ یہ سب
قرات یا کتابت ہی کے اختلاف نہیں بلکہ اہم اور اصولی امور میں بھی شدید اختلافات
واقع ہوگئے ہیں جن کا دور کرنا اصلی نسخوں کے فقدان کی وجہ سے اب محال ہے۔ ان اختلافات
نے ان بنیادی اصولوں ہی کو بدل ڈالا جن پر اصولاً مذاہب حقہ کی بنیاد ہوا کرتی ہے۔

(۵) آجکل ان کتابوں کے ترجموں ہی سے سابقہ رہتا ہے اور ان ترجموں میں بھی بکثرت
غلطیاں ہیں جن کی اصلاح اب بوجہ اصل کے ضائع ہو جانے کے ناممکن ہوگئی ہے۔

(۶) ان جملہ تغیرات کی بنا پر موجودہ توریت و انجیل کو وہ توریت و انجیل نہیں کہہ سکتے
جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائیں۔

باوجود ان تمام خرابیوں کے جن کے اعتراف پر علماء اہل کتاب مجبور ہیں مسلمان علماء اس
درجہ احتیاط سے کام لے رہے ہیں کہ وہ متفقہ طور پر یہ کہتے چلے آرہے ہیں کہ :۔

(۱) توریت و انجیل کو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام پر جو اللہ کے پیغمبر
تھے نازل فرمایا۔

(۲) موجودہ توریت و انجیل میں جتنا حصہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس پر ہم ایمان لائے
اور اس کا سچا ہونا ہم تسلیم کرتے ہیں۔

(۳) ان میں جو کچھ قرآن و حدیث کے خلاف ہے ان کو بشہادت قرآن و حدیث ہم الحاقی
سمجھتے ہیں۔ اور جن عبارتوں سے اللہ تعالیٰ کی توہین لازم آتی ہے یا انبیا علیہم السلام
کی بے احترامی پائی جاتی ہے یا ادیان حقہ کے بنیادی اصولوں میں تبدیلی واقع
ہو جاتی ہے ان کو ہم توریت و انجیل سے خارج سمجھتے ہیں۔

(۴) ان کتابوں کی وہ باتیں جن پر قرآن و حدیث ساکت ہیں ہمارے لیے بھی سکوت

کا مطالبہ کرتی ہیں اس لیے ہم اُن کی نہ تصدیق کرتے ہیں نہ تکذیب۔

گویا عیسائی تحقیقات پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ ہماری کتابوں کی ایک بات بھی نہ مانو۔ مگر اسلامی حق پسندی کہتی ہے کہ نہیں۔ ایسا نہ ہوگا۔ اِن کتابوں میں جو باتیں قابل قبول ہیں انہیں ہم قبول کرتے ہیں اور جو باتیں قابل قبول نہیں ان سے ہم کنارہ کرتے ہیں۔

(باقی)

مرآۃ المثنوی

مرتبہ جناب قاضی تلمذ حسین صاحب ایم۔اے رکن دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ

مثنوی مولانا روم

کا بہترین ایڈیشن جس میں مثنوی شریف کے منتشر مضامین کو ایک سلسلہ کے ساتھ اس طور پر مرتب کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا مولانا کے مدعا اور ان کی تعلیم کو بڑی آسانی سے سمجھتا چلا جاتا ہے کئی انڈکس اور فہرستیں بھی ہیں جنکی مدد سے آپ حسب منشاء جو شعر چاہیں نکال سکتے ہیں ایک بسیط فرہنگ بھی ملحق ہے غرض اس کتاب نے مثنوی شریف سے فائدہ اٹھانے کے لیے ایسی سہولت مہیا کر دی ہے کہ ہر شخص بڑی آسانی سے کتاب کے مطالب پر عبور حاصل کر سکتا ہے۔

کاغذ کتابت۔ طباعت۔ بہترین جلد اعلیٰ قیمت ۵ سکہ انگریزی ۶ سکہ عثمانیہ۔

دفتر ترجمان القرآن سے طلب فرمایئے